38

سلسلہ مطبوعات (۳۸)

آزادی

(بنیادی انسانی حق)

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

بسمہ تعالیٰ

حرف اول

دنیا میں اس وقت انسانی حقوق کے حوالہ سے عالمی ذرائع ابلاغ سے نہ صرف جارحانہ پروپیگنڈہ ہو رہا ہے بلکہ اس نام پر کئی تنظیمیں اور انجمنیں بھی سرگرم عمل ہیں مگر ان کی اکثریت انسانی حقوق کے بنیادی مسئلے سے زیادہ عالمی استعمار کے مفادات کے لئے بنیادی نرسری کا کام انجام دے رہی ہیں

حقیقت یہ ہے کہ انسانی حقوق میں سب اہم ترین اجتماعی حق' آزادی کا حق ہے اس بنیادی حق کو اس وقت پامال کرنے میں عالمی استعمار اور اس کے ذیلی مالیاتی' عسکری وجاسوسی ادارے' اپنا ثانی نہیں رکھتے یہی سبب ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک جغرافیائی آزادی کے باوجود حقیقی آزادی سے محروم ہیں اور اس پر مستزادیہ کہ وہ نہ صرف احساس غلامی سے بھی عاری کر دیے گئے ہیں بلکہ وہ انسانی حقوق کے صیہونی پروپیگنڈہ کے سامنے معذرت خواہانہ انداز میں ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں اور ہر چاکری بجالانے میں مصروف ہیں ایسے میں ضرورت ہے کہ انسانیت کے اس بنیادی حق -حق آزادی- کے بارے میں نہ صرف شعوری واقفیت پیدا کی جائے بلکہ اس کے حصول کو دیگر تمام معاملات پر ترجیح دی جائے کہ آزادی ہی بنیادی مسائل کے حل کی کلید ہے اور غلامی تمام مسائل کی جڑ ہے

اس موضوع پر برعظیم کی تحریک آزادی کی ایک معتبر شخصیت حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی نے جو علمی راہنمائی کی ہے' وہ ہدیہ قارئین ہے

چیئرمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق آزادی

آزادی ایک ایسا پیچیدہ لفظ ہے جو مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے اس لئے پہلے اس کی تعین وتحدید(حد بندی) مناسب ہے

انسان اگر ایک ارادہ کرے اور ارادہ کے مطابق جس طرح چاہے اسکو پورا کرے اور اس کے ارادہ اور عمل دونوں میں کوئی حائل نہ ہو سکے اور جس طرح اس کی مرضی ہو بے روک ٹوک کر گزرے اس کا نام آزادی مطلق ہے

یہ آزادی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے کیونکہ اس درگاہ میں نہ کسی کے ارادہ کی تاثیر کا اثر ہے اور نہ کسی عامل کی قوت عمل کا' اس کا فیصلہ سب پر حاوی اور اس کی تنفیذ(نافذ کرنا) بے قید ہے اور اس کے ارادہ وفعل میں دوسرے کے دخل کی مطلق گنجائش نہیں ہے ان اللہ یحکم ما یرید (بیشک اللہ جو چاہتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم نافذ کر دیتا ہے)' اس لئے جب ہم انسان کی آزادی پر بحث کریں تو اس جگہ یہ معنی کسی طرح نہیں بن سکتے انسان کے لئے تو آزادی مقید ہی ممکن ہے اور موزوں بھی اس آزادی کی تعریف فرانس کے مشہور انسانی حقوق کے اعلان ۱۷۸۹ء میں اس طرح کی گئی تھی

انسان کے لئے ان تمام اختیارات کی آزادی جو دوسروں کے لئے نقصان کا باعث نہ ہو

اسی کے قریب ہربرٹ اسپنسر کا یہ قول ہے

ہر ایک انسان اپنی مرضی میں آزاد ہے بشرطیکہ وہ دوسرے انسانوں کی آزادی پر دست درازی نہ کرے جو اسی کی طرح ان کو حاصل ہے

ان دونوں کا حاصل ایک ہی ہے وہ یہ کہ تمام انسان آزادی کے حق میں مساوی ہیں

اور ہر ایک شخص کو اپنی مرضی و عمل میں اس حد تک آزادی حاصل ہے جس حد تک وہ دوسروں کی آزادی میں خلل انداز نہ ہو

اور بعض علماء اخلاق نے اس طرح اس کی تعریف کی ہے

"ہر ایک انسان کو کسی قسم کی مداخلت کے بغیر اپنی مرضی کے مطابق ترقی نفس کا حق حاصل ہے مگر یہ جماعتی ضرورت یا خود اس کے اپنے خیالات کی ضرورت اس مداخلت کی داعی ہو مثلاً بے شعور (معتوہ) کو معاملات میں روک دینا"

بہر حال "حق" مطالبہ کرتا ہے کہ انسان کے ساتھ انسان کا سا معاملہ کیا جائے مال و متاع کا سا معاملہ نہ کیا جائے اسی وجہ سے غلامی، استبداد، اور تسخیر جیسے امور کے خلاف آواز بلند کی جاتی ہے

اس مرحلہ تک پہنچ جانے کے بعد اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آزادی کے صحیح تصور کو ذہن میں لانے کے لئے اول اس کی اقسام کو بیان کیا جائے اور پھر ہر ایک قسم کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جائے

آزادی کی اقسام

حریت اور آزادی کا جن مواقع میں استعمال ہوتا ہے ان میں سے اہم مواقع یہ ہیں

(۱) آزادی مطلق جو "غلامی" کی ضد ہے یوں کہا کرتے ہیں یہ آزاد ہے اور یہ غلام

(۲) آزادی اقوام، اس کا مفہوم اپنی حکومت کا "استقلال" اور اجنبی حکومت کے غلبہ سے "آزاد" رہنا ہے

(۳) شہری آزادی۔ کسی شخص کا اپنی ذات اور اپنی ملکیت کے بارہ میں دوسروں کے ظلم و تعدی (زیادتی) سے بے خوف اور محفوظ رہنے کا نام ہے۔ آزادی کی یہ قسم رائے کی آزادی، تقریر و تحریر کی آزادی، اور اپنی ملکیت میں تصرف کی آزادی سب کو شامل ہے

(۴) سیاسی آزادی- انسان کو یہ حق ہو کہ وہ اپنی ملکی حکومت میں حق رائے دہی کے ذریعہ انتخاب وغیرہ میں آزادانہ حصہ لے سکے

پہلی قسم

قدیم زمانہ میں غلامی کا رواج عام تھا اور اس کو آج کی طرح معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا حتی کہ یونان کے بڑے فلسفی ارسطو نے بھی اپنی رائے کا اظہار غلامی کی حمایت ہی میں کیا ہے کہتا ہے

"بعض آدمی فطری طور پر اپنے حالات میں حسب منشاء تصرفات کرنے پر قادر نہیں ہوتے ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ "غلام" رہیں اور ان کے آقا ان کے مصالح کے کفیل ہوں"

مگر موجودہ دور میں یہ طے شدہ قول ہے کہ "آزادی" ہر انسان کا "فطری حق" ہے یا یوں کہئے کہ یہ ایک ایسا حق ہے جو انسان کی پیدائش کے وقت سے ہی اس کے لئے خدا کا "عطیہ" ہے

تمام انسانی دنیا نے آزادی کو دو وجہ سے فطری حق مان لیا ہے اور اس حق کو سب کے لئے سب انسانوں نے بخش دیا ہے

اول یہ کہ "آزادی" کا جذبہ ہر ایک انسان کا فطری تقاضا ہے دوسرے یہ کہ اگر "آزادی نہ حاصل ہو تو کوئی انسان اپنے حالات کی درستی و اصلاح ہرگز نہیں کر سکتا، یعنی وہ کسی چیز کا جواب دہ نہیں ہو سکتا جب تک آزاد نہ ہو، بلکہ آزادی کے بغیر وہ انسان ہی نہیں کہلایا جا سکتا

اگرچہ یہ مشاہدہ ہے کہ بعض غلاموں کی زندگی نازو نعم اور رفاہیت (آسائش) میں لاکھوں آزاد انسانوں سے بہتر ہے اور عمدہ حالت میں بسر ہوتی ہے کیونکہ آزاد مزدور سے

شاہی غلام کی عیش پسند زندگی کا کیا مقابلہ ؟ مگر شاذونادر ہی کوئی ایسا شخص ملے گا جو اس ناز ونعم کی غلامی پر اپنی تکلیف دہ آزادی کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائے کبھی یہ "آزادی" مصیبت وکلفت کی تعلیم گاہ نظر آئے گی لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ مدرسہ ہے جو باوجود این و آن (یعنی اگر مگر کے باوجود) انسان کو صحیح انسان بننا سکھاتا ہے

اسلام کا نظریہ

اس مسئلہ کی اصلاح کے سلسلہ میں سب سے پہلے اسلام نے پیش قدمی کی اور اس نے ان تمام وحشیانہ طریقہ ہائے غلامی' اور غلاموں کے ساتھ ظالمانہ طرز عمل کو مٹا کر تمام عالم میں اس جاری رسم کے متعلق آقا وغلام کے باہم مساویانہ طرز بودوماند (زندگی) اور حسن سلوک کی اس طرح تعلیم دی اور مفاسد کی اصلاح کی کہ غلام "آقا کے خاندان کا جزو اور شریک زندگی بن گیا حتی کہ بہت سے آزاد شدہ غلام خاندانوں کے نسب آقا کے نسب ہی کے ساتھ منسوب ہونے لگے اور بہت سے غلاموں نے غلامی کی بجائے آقائی کی

اسلام نے مسطورہ (مذکورہ) بالا بیان کردہ "وجوہ" کو تسلیم کرتے ہوئے غلامی کی صرف ایک صورت کو جائز رکھا وہ یہ کہ جب مسلمانوں کے ساتھ مشرک وکافر نبرد آزما ہوں اور امن وسلامتی کے بجائے فتنہ وفساد اور شرانگیزی کو مایہ خمیر بنالیں تو "باغی" قرار دے کر قید ہوجانے کے بعد "غلام" بنائے جاسکتے ہیں اس لئے کہ اسلام کی نگاہ میں کسی کا صرف کافر یا مشرک ہونا اس کو غلامی کا سزاوار نہیں بناتا کیونکہ اسلام کے نقطہ نظر سے وہ معاہد (جس سے معاہدہ ہو جائے) بھی ہو سکتا ہے اور ذمی (وفا دار ہم وطن) بھی' اور وہ مستامن (ویزا لیکر مسلم ملک میں آنے والا) بھی بن سکتا ہے اور مسالم (جس کے ساتھ صلح ہو جائے) بلکہ اسلام کے ساتھ نبرد آزمائی' فتنہ پروری' اور مفسدہ انگیزی' کرنے کی پاداش میں وہ غلامی کی سزا کا مستوجب ہوتا' اور باغی دغدار قرار دیا جاتا ہے' تو اس مخصوص

صورت میں اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ جبکہ مہذب سے مہذب قوموں اور اعلیٰ سے اعلیٰ مقننوں (قانون سازوں) نے سلطنت کے باغیوں کے ساتھ حبس دوام (عمر قید) اور سزائے موت کا سلوک جائز رکھا ہے " یعنی انسان کی جان کو ہلاک کر دینا یا اس کو انسانیت کے لوازم سے ہمیشہ کے لئے بے بہرہ کر کے قید بند میں ڈال دینا" حالانکہ " حق حیات" اور انسانیت کے حقوق میں سب انسان برابر ہیں اور یہ ان کے فطری اور پیدائشی حقوق ہیں جن پر کسی کو بھی دست درازی کا حق نہیں ہے تو ہر ایک ذی ہوش اور صاحب عقل اس کا اندازہ کر سکتا ہے کہ کسی شخص کے تمام انسانی حقوق سلب کر لینا یا اسکو حق حیات تک سے محروم کر دینا اس سے بدرجہا مذموم سمجھا جانا چاہیے کہ ایک باغی کی آزادی سلب کر کے باقی تمام امور میں اس کو انسانی حقوق سے بہرہ ور رکھنا تو ایسا کیوں ہے کہ اول کو جائز اور قرین انصاف سمجھا جاتا ہے اور دوسرے کو ظلم اور ناجائز بتایا جاتا ہے

اور کیا صرف نام اور تعبیر کے فرق سے کہ یہ " غلام " ہے اور یہ " حبس دوام کا قیدی " یا " سزائے موت کا مستحق اور محروم زندگی" حقائق تبدیل ہو سکتے ہیں پس مذموم سے مذموم امر کو جائز اور روا رکھنا اور تعبیری فرق سے ایک مخصوص صورت میں " غلام " کے لفظ کو وحشیانہ مظالم میں شمار کرنا کون سا انصاف ہے؟

اور جب کبھی ان ہی حامیان آزادی سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ ایک انسان کو عمر قید یا حق زندگی سے محروم کر کے اس کے فطری حقوق کو پامال کرنا کس طرح جائز ہے تو قانون اور اخلاق دونوں کی جانب سے یہی جواب دیا جاتا ہے کہ امن عامہ اور حفاظت جماعت انسانی (معاشرہ) کا تقاضہ یہی ہے کہ جو شخص اپنے ان حقوق کو صحیح طریق پر استعمال نہ کرے اس کو اس حق سے محروم کر دیا جائے اور یہی عین عدل و انصاف ہے لیکن جب یہی جواب " اسلام " کی جانب سے ان " باغیوں " کے لئے دیا جاتا ہے تو نہ معلوم پھر وہ کیوں وسعت نظر' عدل و انصاف ' اور حق کشی ' کی بجائے کوتاہی نظر' اور ظلم

'اور ناحق کوشی بنجاتا ہے

اسلام میں اس مخصوص و محدود "غلامی" کے جواز کے متعلق یہ بھی واضح رہنا ضروری ہے کہ یہ مسئلہ شریعت اسلامی کی اصطلاح میں نہ فرض ہے نہ واجب' اور نہ مستحب و سنت' بلکہ "امر مباح" ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تسلیم جواز کے باوجود اگر اسلامی مصالح اور جماعتی مصالح کی بنا پر عملاً اس کو ترک کر دیا جائے تو یہ درست ہے اور بغیر کسی روک ٹوک کے ایسا کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات "مصالح امت مسلمہ" کے پیش نظر اس کا ترک کر دینا ضروری ہو جاتا ہے اسی لئے ان باغی قیدیوں کے لئے اسلام نے متعدد طریقہ ہائے عمل کو مباح قرار دیا ہے مثلاً "احسان کر کے مفت چھوڑ دینا زر فدیہ لے کر چھوڑ دینا' تعلیم کو معاوضہ قرار دے کر آزاد کر دینا' یا جان بخشی کر کے قید و بند میں رکھنے یعنی غلام بنانے پر قناعت کرنا اور سلب آزادی کے علاوہ باقی تمام انسانی حقوق سے بہرور رکھنا

بہرحال اسلامی نقطہ نظر سے اس مسئلہ کی "روح" یہ ہے کہ وہ جنگ کے مخصوص حالات میں باغی قیدی کے لئے اس سزا کو صرف جائز قرار دیتا ہے اور اس کے حق آزادی سلب کرنے کو صحیح سمجھتا ہے لیکن وہ چونکہ اسکا بانی نہیں ہے اس لئے وہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ اگر یہ طرز عمل دنیا میں جاری رہے تو ان وحشیانہ طرز عمل کے ساتھ نہ رہے جو اسلام سے قبل اور بعد روم اور ایران جیسی متمدن اور مہذب حکومتوں تک میں رہا بلکہ اس اصلاحی شکل میں باقی رہے جو اسلام نے آکر قائم کیں یعنی سلب آزادی کے علاوہ تعلیم' تربیت' اخلاقی کیریکٹر بودوماند (طرز زندگی)' معیشت و معاشرت غرض تمام انسانی حقوق میں وہ آقا کا شریک زندگی بن جائے

اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے پیروں کو ان کی "آزادی" کے لئے قدم قدم پر ترغیبات کا ذخیرہ جمع کرتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے اس کی

تصدیق کرتا جاتا ہے حتی کہ بعض جرائم کی پاداش (کفارہ) میں آزادی غلام وجاریہ (مرد عورت) کو فرض تک قرار دیتا ہے اور اگر حالات و واقعات ایسی صورت اختیار کرلیں کہ اسلامی حکومت اس طرز کو ترک کر کے بیان کردہ دوسرے طریقہ ہائے عمل میں سے کسی عمل کو سزا کے لئے تجویز کرے تو (حق جواز کو محفوظ رکھتے ہوئے) اسلام اس کو ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے اور غلامی کی بقا اور اس کا دوام اسلامی فریضہ قرار نہیں دیتا

نیز تاریخ اس کی شاہد ہے کہ اسلام نے جس قسم کے شرائط اور حدود کے ساتھ اس مسئلہ کو اصلاحی شکل میں مباح رکھا ہے اس کے نتائج میں سینکڑوں اور ہزاروں غلام' کروڑوں آزاد مسلمانوں کے نہ صرف حقوق میں مساوی رہے بلکہ ان کے مذہبی وسیاسی' ہادی (رہنما) وقائد بنے اور مزید براں یہ کہ قرآنی مطالب' حدیثی روایات اور فقہی اقوال میں اسلامی شریعت کے مدار قرار پائے

آزادی اقوام

جس طرح ایک شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذات کا خود ہی مالک و سردار ہو اسی طرح "جماعت" (معاشرہ) یا "قوم" کی بھی یہ آرزو ہوتی ہے کہ وہ اپنی جماعتی (معاشرتی) آزادی سے فائدہ اٹھائے اور آپ ہی اپنے اوپر حکومت کرے اور اگر مجبور کن حالات میں اس پر غیر کا حکم نافذ ہوتا ہے تو وہ اس کو اپنی انتہائی ذلت و رسوائی محسوس کرتی ہے اگر ہم سے یہ سوال کیا جائے کہ دو یا چند مختلف قومیں متحدہ ہو کر اس طرح ایک کیوں نہ ہو جائیں کہ گویا ایک دوسرے کا جزء ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ ایک "بنیاد" پر قائم ہے وہ یہ اگر دو قومیں مذہب جنس' زبان' رسم ورواج' فکر وشعور' رجحانات' اور منافع میں متحدہ و متفق ہیں تو ان دونوں کا ایک جسم کی طرح ہونا بیشک مضر نہیں ہے اور گویا وہ ایک قوم ہی کی دو

شاخیں ہیں مثلاً" انگلستان اور اسٹریلیا" (اگرچہ ان میں جغرافیائی مفادت کا تصادم ممکن ہے) اور اگر مذکورہ بالا کل یا بعض امور میں دونوں قومیں مختلف ہوں تو اس وقت ایک کا دوسرے کے ماتحت ہونا سخت مضرت رساں ہے اور اس صورت میں محکوم قوم کے لئے آزادی ہی بہترین چیز ہے جیسا کہ انگلستان اور مصر یا انگلستان اور ہندستان کا معاملہ (یا امریکہ اور پاکستان کا معاملہ)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یورپین اقوام نے موجودہ نقشہ تہذیب وتمدن میں قومیت (نسل پرستی) کا جو رنگ و روغن بھرا ہے اس نے بلاشبہ عالمگیر انسانی وحدت کے نظریہ کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور زبردست اقوام کی ظالمانہ حاکمیت کے ہاتھوں زیردست اقوام کی تباہی اسی کا نتیجہ ہے اس کے برعکس اسلام نے اس سلسلہ میں جو اساس وبنیاد قائم کی ہے وہ "عالمگیر اتحاد ملی" ہے اس کی نگاہ میں یہ اخلاقی برتری نہیں ہے کہ اول ملکی، جنسی نسلی، اور لسانی اعتبارات سے انسانوں کو انسانوں سے جدا کر دیا جائے اور پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے کہ ان کے باہم سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی نظام میں

تصادم وکشمکش پیدا ہو بلکہ اخلاقی برتری کی موثر شکل یہ ہے کہ تمام انسان "وحدت ملی" کے افراد بن جائیں اور اگر وہ اپنے آزادی خیال وفکر کی بنا پر اس کا فرد بننا پسند بھی نہ کریں تو اپنے مذہب میں آزاد رہتے۔ اس "وحدت ملی" کے ان سیاسی افکار کے ساتھ اشتراک عمل کر لیں جن میں عدل وانصاف اور انسان کی ہر قسم کی آزادی کو اساس وبنیاد کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے اور صرف "ظلم اور فتنہ" کے انسداد کے علاوہ کسی صورت میں دوسروں کی آزادی میں مداخلت جائز نہیں رکھی گئی با ایں ہمہ جب تک یہ "اصل مقصد" حاصل نہ ہو اس وقت تک مسئلہ کی صورت یہی ہونی چاہیے کہ کسی قوم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسری قسم کو محکوم اور غلام بنا کر اپنی معاشی وسیاسی دست برد کا شکار بنائے۔ اور اس طرح خدا کی مخلوق پر عدل کے نام سے ظلم، اور امن کے نام

سے تباہی و بربادی کا سامان پیدا کرے اور اگر یہ کہا جائے "محکومیت" کے بعد "استقلال" (خود مختاری) سے محکوم قوم کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

تو اس جواب یہ ہے کہ اسکا اتنا بڑا فائدہ ہے جیسا کہ کسی کے سینہ سے پتھر کی سل ہٹالی جائے 'یا کسی کے اختیارات و تصرفات سے رکاوٹ دور کر دی جائے البتہ جب تصرف سے روکے ہوئے انسان کو تصرف کا اختیار مل جاتا ہے تو وہ شروع شروع میں کچھ غلطیاں بھی کرتا ہے لیکن با این ہمہ (اس کے باوجود) اس کے لئے بہتر راہ یہی ہے کہ وہ آزاد ہو اس لئے کہ وہ اس طرح اپنے حالات کی طرح طرف متوجہ ہو گا اور جو ایدہ بننے کے قابل ہو سکے گا اور یہ کہ اگر وہ تصرفات میں آزاد ہو جائیگا تو اپنے نفس کی تکمیل کے لئے اس کی جستجو بڑھ جائے گی اور یہ محسوس کرنے لگے گا کہ وہ یقیناً ایک انسان ہے یہی حال قوموں کا ہے کہ جب ان کو آزادی (استقلال) نصیب ہوتی ہے تو وہ اپنے مسئولیت (ذمہ داری) کو محسوس کرتی ہیں اور اپنی موجودہ حالت کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے جدوجہد کرنا ان کی زندگی کا مقصد بن جاتا ہے

جب ان کو یہ یقین ہو جائیگا کہ انکی تمام کوششوں کا ثمرہ خود ان ہی کے لئے ہو گا غیروں کے لئے نہیں تو پھر ان کی جدوجہد بہت زیادہ بڑھ جائے گی

یا یوں سمجھیے کہ جب دو قومیں "حاکم" اور "محکوم" مذکورہ بالکل یا بعض اعتبارات سے جدا جدا ہوں تو بسا اوقات ان کی مصلحتوں کے درمیان تصادم ضروری ہے اور اکثر ایسا ہو گا کہ حاکم قوم کے لئے جو چیز مفید ہے وہ محکوم کے حق میں مضر ہوگی او رکبھی اس کے برعکس پیش آیگا تو حاکم قوم اپنی قوت وغلبہ کے بل پر محکوم قوم کی مصلحتوں کے خلاف اپنی مصالح کے مطابق امور نافذ کریگی اور محکوم قوم کو بلا شبہ نقصان اٹھانا پڑے گا اور محکوم ہونے کی وجہ سے اس کو برداشت کرنا پڑے گا

مثلاً" حاکم قوم کی مصلحت یہ ہے کہ محکوم قوم سے جو آمدنی ہوتی ہے اس کا صرف

(بجٹ) زیادہ مادی امور کے لئے وقف ہو پل بنائے جائیں ' نہریں کھودی جائیں ' اسلحہ کے کارخانے قائم کئے جائیں وغیرہ وغیرہ اور تعلیمی امور پر بہت کم خرچ ہو اس لئے کہ محکوم قوم میں جس قدر تعلیم عام ہوگی ان کی آزادی فکر میں اضافہ ہوتا جائے گا اپنے حقوق کا احساس بڑھتا جائے گا اور پھر ان کو دوسری قوم کے زیر حکومت رہنا ایک بڑی لعنت نظر آنے لگے گا

اور مادی امور کی کثرت چونکہ ملک کے مالیہ میں اضافہ کا باعث بنتی ہے اور حاکم قوم کو مالیہ پر پورا تصرف حاصل ہوگا اس لئے وہ اس ہی کے اضافہ کی خواہشمند رہتی ہے خلاصہ یہ کہ کوئی قوم اس وقت تک اپنی شخصیت کا صحیح احساس نہیں کر سکتی جب تک اس کو آزادی نصیب نہ ہو جائے او رکمال پیدا کرنے کے لئے اس میں اس وقت تک امنگ نہیں پیدا ہو سکتی جب تک کہ وہ اپنے حالات کے ردوبدل میں خود مختار نہ ہو جائے آزادی کی اقسام میں شہری آزادی ' سیاسی آزادی اور دوسری قسم کی آزادی کے سمجھنے میں پہلا قدم ' قومی آزادی کا ہے اگر یہ حاصل ہو جائے تو باقی اقسام اس کے ذریعہ سے خود سمجھ میں آتی چلی جاتی ہیں

جب تک کوئی قوم شہریت اور مدنیت کو پوری طرح اختیار نہ کر چکی ہو اس کا کوئی فرد اس آزادی سے بہرہ مند (فائدہ اٹھانے والا) نہیں ہو سکتا اسی بنا پر وحشی اقوام جن کا ہر ایک فرد اپنی جان کے قتل ' مال کی چوری ' ملکیت پر ڈاکہ ' کے لئے ہر وقت غیر محفوظ رہتا ہے شہری آزادی کے حقوق سے محروم رہتی ہے لیکن جب انسان تمدن کی طرف بڑھتا ہے تو پھر قوم کے ہر ایک فرد کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ حکومت کے سامنے وہ اپنا دفاع کر سکے اور وہ اس بات سے بے خوف رہے کہ شہری قوانین کے بغیر نہ وہ جیل میں ڈالا جائے گا نہ حوالات میں رکھا جائے گا اور نہ دوسری کسی قسم کی سزا کو پہنچے گا اور یہ کہ شہری قانون کے خلاف نہ اس پر دست درازی کی جا سکتی ہے اور نہ مال کے لالچ یا کسی

حاکم و امیر کے انتقام کی وہ بھینٹ چڑھ سکتا ہے۔
آزادی کی یہ قسم مندرجہ ذیل امور کو شامل ہے

(الف) رائے کی آزادی

انسان کو یہ حق ہے کہ اپنے اعتقاد کے مطابق کسی شے کے فیصلہ کرنے میں آزاد ہے کیونکہ فہم و تدبر، غور و فکر اور کسی شے پر صحیح یا غلط لگانے کا حکم کسی خاص گروہ کی وارثت نہیں ہے بلکہ ہر شخص کو یہ حق ہے کہ جس چیز کے متعلق وہ صحیح یا غلط ہونے کی رائے رکھتا ہے اگر اس کے لئے اس کے پاس دلائل اور براہین موجود ہیں تو وہ اس کے کہنے اور لکھنے میں آزاد ہو اگرچہ اس کی یہ رائے قائدین اور رہنمایان قوم کی رائے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو یہ اس لئے کہ ہر شخص ہر ایک حق سے آگاہ نہیں ہے سو اگر ہم لوگوں کو تقریر و تحریر کے ذریعہ افکار و خیالات کے ظاہر کرنے سے روک دیں گے تو اس طرح ان کی باتوں میں سے ان کی بعض صحیح رائے اور سچی فکر سے بھی محروم رہ جائیں گے اس لئے ضروری ہے کہ ہم اس قدر سہل انگاری ضرور اختیار کریں کہ ہر شخص کو اپنے خیال کے ظاہر کرنے کے لئے تقریر و تحریر کی آزادی رہے اسکے بعد ہمارا فرض ہے کہ ان باتوں پر خوب رد و قدح کریں اور تحلیل و تجزیہ کرنے کے بعد صحیح و فاسد رائے کو واضح کریں حتی کہ حق غالب آجائے اور لوگوں پر حقیقت روشن ہو جائے

ب ۔ اجتماع و تقریر کی آزادی

اس کا مفاد یہ ہے کہ انسانوں کو جلسہ اور تقریر کی آزادی حاصل ہو البتہ اگر اس سے امن عامہ خلل پڑتا ہو تو صرف اسی جز پر ممانعت کی ضرب لگائی جائے جو حقیقتاً" مضر اور امن عامہ کے خلاف ہے ورنہ امن عامہ کو آڑ بنا کر کسی کو اس حق سے محروم نہ کیا

جائے

(ج) پریس کی آزادی

اس سے مقصد یہ ہے کہ اخبارات ورسائل یعنی صحافت کی آزادی میسر رہے اور قانون عام کی پابندیوں کے علاوہ مزید اس پر کوئی اور پابندی عائد نہ کی جائے اور عام شہری محکموں کی قوت تصرف کے علاوہ کوئی اور قوت و قانون اس پر کار فرمانہ ہو اور حق صحافت اس لئے بھی آزاد ہونا چاہیے کہ یہ حکومت اور رعایا کے درمیاں بہت بڑا ذریعہ اور وسیلہ ہے یہ رعایا کو ان کے حقوق و فرائض سکھاتی ہے اور قوم کے رجحانات کی جانب حکومت کو متوجہ اور نظام حکومت کے نقائص کو ظاہر کرتی ہے اس میں تمام طبقات کے افکار اور آراء کا خلاصہ ہوتا ہے اور وہ ایک معروضہ (یادداشت) ہے جس میں قوم کی آراء پیش کی جاتی ہے اور اس سے حکومت و رعایا فائدہ اٹھاتے ہیں مگر ساتھ ہی اہل صحافت کا بھی فرض ہے کہ وہ اس کو ذاتی کشمکش اور پست انداز تحریر کا آلہ نہ بنائیں اس لئے کہ یہ دونوں باتیں نہ صرف غیر نفع بخش بلکہ مضرت رساں ہیں اور اجتماعی ذہنیت کے لئے سم قاتل ہیں

سیاسی آزادی

اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر انسان کے لئے اپنی شہری حکومت میں کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہو پس اگر کسی قوم پر کسی شخص یا جماعت کے ذریعہ اس طرح حکومت کی جائے کہ وہ شخص یا جماعت قوم کی رائے سے منتخب ہو کر حکمران نہ بنے ہوں تو وہ قوم سیاسی آزادی کے حق سے محروم ہے قوم اسی وقت اس سے بہرہ مند سمجھی جائیگی جبکہ اس کے افراد خود اپنے میں سے اس کام کے لئے نمائندے منتخب کر سکیں اور انہی نمائندوں کو یہ

حق حاصل ہو کہ وہ قوم کے لئے قانون بنائیں یا کسی قانون کو مسترد کریں اس کو حریت و آزادی اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب قوم کے منتخب نمائندے ہی قانون کو بنانے والے اور قوم کے حالات کو سنوارنے والے ہونگے تو یہ کہا جا سکے گا کہ قوم خود ہی اپنے ارادہ واختیار سے یہ سب کچھ کر رہی ہے اور یہی آزادی کے معنی ہیں اور اس کے برعکس اگر انکے واضع قوانین (قانون ساز) اور ان کے حالات کے کفیل (ذمہ دار) ان کے اپنے منتخب نمائندے نہ ہوں ان کے اعمال کسی طرح قوم کے ارادی اور اختیاری اعمال نہیں کہلائے جائیں گے بلکہ قوم کو اس حالت میں مجبور و مضطر کہا جائے گا اور جبر واضطرار آزادی کی ضد ہیں انیسویں صدی سے پہلے ملکی حکومت میں مخصوص جماعتیں شریک کار رہتیں تھی جیسے کہ "بادشاہ اور وزراء" مگر انیسویں صدی میں پھر یہ حق انتخاب عام ہو گیا اور اتحادی ملکوں میں ہر شخص کو جو اہلیت رکھتا تھا یہ حق دیدیا گیا اور بیسویں صدی کے آغاز سے آج تک یہ حق عورتوں کو بھی بعض اتحادی ملکوں میں دیا جاتا ہے اور انگلستان اور بعض دیگر ممالک میں بھی یہ طریقہ رائج ہو گیا ہے اور شہری آزادی سے بہرہ مند ہونے کے لئے "سیاسی آزادی" بہت ہی قریب وسیلہ ہے اس لئے جب حکومت کی باگ خود قوم کے افراد کے ہاتھوں میں ہو گی تو وہ ایک یا متعدد افراد کے استبداد سے محفوظ ہو جائے گی جس کے ذریعہ اس کی صحافتی اور خطابی (تحریر و تقریر) آزادی کو سلب کیا جاتا ہے

بہرحال ان تفصیلات سے حق آزادی کا مسئلہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کیونکہ انسان کے لئے آزادی کے بغیر نفس کی تکمیل اخلاق کی ترقی اور مقصد عظمیٰ تک رسائی قطعاً" نا ممکن ہے بلکہ صحیح معنی میں اس کا انسان بننا ہی محال ہے لوگوں نے اس حق کو بہت زمانہ کے بعد سمجھا ہے حتیٰ کہ حق حیات کے بھی بعد اس کے سمجھنے کی نوبت آئی حالانکہ ایک زمانہ سے جنگی قیدیوں کا قتل اور اولاد کا زندہ درگور کرنا متروک ہو چکا ہے لیکن غلامی ابھی تک جاری ہے اور اس کا انسداد ابھی نہیں ہوا ہے یعنی باوجود کہ شخصی غلامی کا دور ختم ہو

گیا لیکن زمانہ ابھی تک بھی آزادی کی جملہ اقسام سے کماحقہ بہرہ مند نہیں ہے اور قومی و جماعتی غلامی کا اقدام شخصی غلامی سے بھی زیادہ خطرناک صورتوں میں جاری ہے اور مہذب اور متمدن یورپین (وامریکن) حکومتوں پر اس کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہے یہ شخصی غلامی پر تو حرف گیری کرتی ہیں مگر قوموں کو غلام بنانے میں پیش پیش ہیں آج بھی بہت سی محکوم قومیں مسلسل اپنی آزادی "استقلال" کے لئے جدجہد میں مصروف ہیں اور اس حقیقت کا انکار ناممکن ہے کہ اگرچہ افراد اشخاص کی غلامی کا رواج جاتا رہا ہے لیکن قوموں کی غلامی کی مذموم رسم آج تک قائم ہے

اسی طرح دوسری دو قسمیں سیاسی آزادی اور شہری آزادی باوجود یہ کہ اقوام کی رفتار ان سے مستفید ہونے میں مختلف ہے تاہم یہ دونوں اس اعلیٰ معیار پر آج بھی نہیں پائی جاتیں جو ان کا درجہ معراج اور کمال ترقی ہے اور دنیا اس حق کے حصول کے لئے بہت آہستہ آہستہ چل رہی ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے صرف کثیر کے بعد بھی بہت تھوڑا فائدہ اٹھایا ہے

اسی لئے ترقی یافتہ اقوام کے علاوہ اس آزادی کے حصول کے لئے دوسری کسی قوم سے اس قدر صرف کثیر کی توقع نہیں ہو سکتی اور اسی لئے ان کی نگاہ میں حاصل شدہ کی حفاظت کے لئے زیادہ قیمت لگا دینا ضروری سمجھا جاتا ہے مسطورہ بالا گذشتہ حقوق کی طرح یہ حق دو فرائض کو مستلزم (لازم) ہے

ایک فرض جماعتوں اور حکومتوں پر عائد ہوتا ہے وہ یہ آزادی کے مسئلہ میں فرد کے حق احترام کریں اور اس کے حالات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کریں مگر یہ کہ مصلحت عامہ یا جماعتی ضرورت اس کی داعی ہو پس وہ حکومتیں ہرگز اپنے فرض کو ادا نہیں کرتیں جو اخبارات وکتب کی طباعت اشاعت میں رکاوٹ ڈالتی ہیں اور سنسر کی اجازت کے بغیر جاری نہیں ہونے دیتیں یا لوگوں کو تقر[illegible] ے اور جلسے کرنے سے مانع آتی ہیں یا افراد پر

حملہ کرتی انکو قید وبند میں ڈالتی اور ان پر بغیر جرم لگائے اور مقدمہ چلائے سزا دیتی ہیں اور افراد اپنے فرض سے قاصر سمجھے جائیں گے اگر مقرر کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ ان کی رائے اور ان کے قول خلاف تقریر نہیں کر سکتا اور کسی مصنف کو تصنیف سے اور کسی اخبار کو شائع ہونے سے روکیں جب تک کہ وہ ان کے اعتقاد وخیال کی ترجمانی کا وعدہ نہ کرے وہ اپنے فرض کو ٹھیک ٹھیک اس روز ادا کریں گے کہ "قول" اور مہذب تنقید" آزاد ہو جائے اور صرف قوت دلیل ہی تسکین واطمینان کا بہتر ذریعہ رہ جائے اور بس اور ہر فرد و شخص کے لئے ضروری ہے کہ اس کو اپنی آزادی کا شعور ہو اور دوسروں کی آزادی کا بھی اور وہ یقین کرے کہ جس طرح اس کو آزاد رہنے کا حق ہے اسی طرح دوسروں کی آزادی کا احترام بھی اس پر واجب ہے فرد کو اپنی آزادی اور اپنے اختیار کامل کے شعور کے ساتھ ساتھ اس کا شعور بھی ضروری ہے کہ وہ تنہا ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا وہ قومی جسم کا ایک عضو ہے اور یہ کہ وہ قوم کی آزادی کے متعلق جواب دہ بھی ہے اور افراد قوم میں آزادی کے شعور اور مسئولیت کے شعور کا نشوونما اور اعتدال کے ساتھ ان کا وجود' ترقی یافتہ اقوام کے خصوصی امتیازات میں سے ہے اور دوسرا فرض خود صاحب حق پر عائد ہوتا ہے وہ یہ کہ اس عطیہ الہی "آزادی "کو غلط استعمال نہ کرے بلکہ اسکو جماعتی فلاح وبہبود کے لئے کام میں لائے اور اگر وہ ایسا کرنے پر آمادہ نہ ہو اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھائے تو پھر اس کا یہ حق سلب کر لینے کے قابل ہے

جو آزادی کا دلدادہ ہو اس کو اس سے پہلے دانا اور پاک طینت ہونا ضروری ہے وجہ یہ ہے کہ آزادی نہ فروخت ہوتی ہے اور نہ بخشی جاتی ہے بلکہ اس کے حاصل کرنے کے لئے عملی جدوجہد 'ایثار' قربانی اور خوبی استعداد کی سخت ضرورت ہے

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی دستیاب مطبوعات

☆ جدید عصر اور نوجوان	شیخ الہند مولانا محمود حسن
☆ تاریخ اسلام	مولانا عبید اللہ سندھی
☆ قرآن اصول معاشیات	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ فرد اور اجتماعیت	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ اخلاق و معاشیات کا باہمی ربط	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ وقت کی قدر و قیمت	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ ارتقائے اقتصاد کی داستان	مولانا محمد میاں
☆ تطہیر ذہن اور عبادات	چوہدری افضل حق مرحوم
☆ شعور زندگی	چوہدری افضل حق مرحوم
☆ صدائے فکر و عمل	چوہدری افضل حق مرحوم
☆ [illegible] اسلام	چوہدری افضل حق مرحوم
☆ شعوری نتائج	مولانا برکت اللہ بھوپالی
☆ طہارت اور نظافت	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ [illegible] آزادی اور ہمارا ارادہ	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ دینی تمدن کی تشکیل نو	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ اجتماعی زوال کے اسباب	مولانا محمد تقی امینی
☆ انسان اور نفسیاتی عوامل	مولانا محمد تقی امینی
☆ اجتماعی مسائل کا اسلامی حل	جناب محمد شمیل عالم مرحوم
☆ ولی اللہی نظام فکر	مفتی عبدالخالق آزاد
☆ مولانا محمد الیاس کا تصور دین	مفتی سعید الرحمان
☆ عدم تشدد کی حکمت عملی	مفتی سعید الرحمان